OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

SZIC

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi

الثقافة الإسلامية

ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

مکالمہ بین المذاہب کا قرآنی تصور اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

The Quranic concept of Interfaith Dialogue and its meaningfulness in contemporary era

Dr Hafiz Muhammad Sani
Chairman Department of Quran o Sunnah, Director Seerat chair, Federal Urdu University Karachi

*ڈاکٹر حافظ محمد ثانی
ڈائریکٹر سیرت چیئر، صدر شعبہ قرآن وسنہ، وفاقی اُردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

Bakht Shaid
PhD scholarDepartment of Hadith & its Sciences, International Islamic University Islamabad

**بخت شید
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ حدیث، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract:

Islam gave humanity a broader concept of freedom of belief and religion. In the light of Islamic teachings no one will be forced into religion. The Holy Quran is the main source of guidance. That is why it is guiding in every field of life, such as the Holy Quran provided basic principles about interfaith dialogue.

Islam is based on peace and humanity. The Holy Quran taught humanity unity.

The Holy Quran exhorts to take care of the sanctities of different religious.

If the principles and rules given by the Holy Quran are followed, then right interfaith dialogue can flourish, and peace can be established in the world.

Key Words: Islam, Quran, interfaith dialogue, peace.

الحمد للّٰہ ربّ السماوات والأرضین والصّلوٰۃ والسّلام علی سید الأولین والأخرین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین. وبعد:

اسلام ہی وہ واحد مذہب و دین ہے، جس کے اندر پُرامن بقائے باہم، رواداری اور دین کی تبلیغ و اشاعت کے حوالے سے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا وسیع تر تصور موجود ہے۔ فرقان حمید نے انسانیت کے سامنے یہ اصول پیش فرمایا: "اور اے میرے برگزیدہ پیامبر آپ فرمادیجئے کہ دینِ حق آپ کے پروردگار کی جانب سے آچکا ہے، لہٰذا جس کی مرضی ہو وہ اسے اپنی مرضی سے قبول کرے اور جو نہ چاہے وہ انکار کردے"1

اسی طرح رب لایزل کی عظیم الشان کتاب نے "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ"2 یعنی اے غیر مسلمو! آپ کے لئے آپ کا دین اور میرے واسطے میرا دین ہے" کا توسیعی نظریہ متعارف کروایا، جس کی رو سے کسی بھی فرد یا گروہ پر جبر و اکراہ اور زور و زبردستی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کتابِ الٰہی بنی نوع انسان کے رُشد و کامرانی کی لازوال اساس اور بے نظیر ضابطہ حیات ہے، اسی بناء پر قرآن حکیم نے دینی دعوت اور پیغامِ ربانی کی اشاعت کے حوالے سے یہ اصول طے کیا:

{لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا}3

"اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، کیونکہ رشد وہدایت گمراہی سے مکمل الگ اور واضح ہو چکی ہے، چنانچہ جو بھی شخص طاغوت سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے، تو اس نے ایسی قوی رسی تھام لی جو کسی صورت نہیں ٹوٹ سکتی۔"

حاصل یہ کہ فرقان حمید نے بین المذاہب مکالمہ کے واضح اور روشن اصول و قواعد عنایت فرمائے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر نتیجہ خیز مکالمہ وجود میں آسکتا ہے، اور متنوع مسالک و مذاہب والوں کی باہمی نفرتیں ختم کر کے انہیں ایک دوسرے کے قریب لایا جا سکتا ہے۔ اس بناء پر زیرِ نظر آرٹیکل میں مذاہب مختلفہ کے مابین مکالمہ کے قرآنی اصول اور ان کی عصری معنویت کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اتحاد و اتفاق کی دعوت، قرآنی آیات کی روشنی میں:

کلام اللہ نے انسانیت کو مختلف طرق و اسالیب سے باہمی اتفاق و اتحاد کا سبق سکھایا ہے، اور انہیں نفرتیں وعداوتیں مٹانے کی ترغیب دی ہے۔ سورہ بقرہ میں وحدتِ انسانیت کے لئے لطیف اسلوب اختیار کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"شروع میں سارے لوگوں کا مذہب ایک ہی تھا، مگر وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام دینے والے رسل بھیجے، اور ان پر برحق کتابیں نازل فرمائیں تاکہ وہ اختلافی معاملات میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔"4

مذکورہ ارشادِ ربانی نے یہ حقیقت واضح کی کہ خواہشاتِ نفسانی اور اتباعِ شیطانی کی بناء پر لوگ مختلف فرقوں میں بٹ کر اختلاف و انتشار کا شکار ہوئے ورنہ اصل میں وہ باہم متحد و متفق تھے۔

فرقانِ حمید نے کئی آیات میں مختلف اسالیب سے بین المذاہب مکالمہ کے حوالے سے اہم اصولی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔ جن کی روشنی میں منافرت و اختلاف کی فضا کو کم کر کے باہم قریب کیا جا سکتا ہے۔

غیر مسلموں کے مقدسات کے حوالے سے قرآنی تعلیمات:

قرآنی عطا کردہ اصول و ضوابط پر عمل پیرا ہو کر جہاں دینی مقدسات اور شعائر کو مکمل تحفظ فراہم کیا جا سکتا ہے وہاں دیگر مذاہب والوں کے مقدسات بھی محفوظ ہو سکتے ہیں۔ اور اس طرح مختلف مذاہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے قریب ہو سکتے ہیں۔ اس ضمن میں کتاب اللہ نے جو اصولی ہدایات دی ہیں ان کی مثال دیگر قوانین سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ کلام اللہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ} 5

"ان غیر مسلموں کے معبودوں کو برا بھلا مت کہو، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ ناسمجھی سے اللہ تعالیٰ کی شان میں کچھ برا کہیں۔ ہم نے ہر گروہ کو ان کے اعمال مزین کر کے دکھائے ہیں، اور آخر کار سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو وہ انہیں ان کے کرتوتوں کے بارے میں بتائے گا۔"

اس ارشادِ ربانی میں دیگر مذاہب کے قابلِ احترام اشیاء کے بارے میں اصول دیا گیا ہے کہ ان کا لحاظ رکھا جائے اور ان کی توہین و تحقیر سے بچا جائے۔ یہ وہ اصول ہے جو مختلف مذاہب والوں کو قریب لا سکتا ہے اور نتیجہ خیز مکالمہ پروان چڑھانے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔

کلام اللہ میں ایک اور جگہ ارشاد ہے: {فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا} 6 "اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو برائی اور بھلائی کا فہم دیا ہے"

اس طرح کی ہدایات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں ایک گونہ آزادی عطا کی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جو مذہب اور عقیدہ اپنانا چاہے اس میں وہ آزاد ہے، مگر آخرت میں ہر شخص کو اس کے عقائد و اعمال کے حساب سے جزا دیا جائے گا۔

غیر مسلموں کی داخلی خود مختاری کے حوالے سے قرآنی ہدایات:

کلام اللہ نے دیگر ادیان کے پیروکاروں کو مذہبی خود مختاری کا تصور دیا ہے، اور داخلی طور پر نہ صرف ان کا یہ حق تسلیم کیا ہے بلکہ اسے تحفظ بھی فراہم کیا ہے۔ یہ اور اس طرح کے دیگر اصول بین المذاہب مکالمہ کی اساس ہیں۔

معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کلام الٰہی کی آیت کریمہ {لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ} 7 کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"کلام اللہ نے یہ اصول عطا کیا ہے کہ ہر دینی و مذہبی کمیونٹی اور معاشرے کو مکمل داخلی خود مختاری دی جائے، یہاں تک کہ وہ نہ صرف عقائد کی حد تک آزاد ہوں بلکہ عبادات میں بھی مکمل آزاد ہوں اور ان کی ادائیگی مذہبی طریقے کے مطابق کر سکیں۔ اسی طرح اپنے فیصلے بھی اپنے ججوں کے ذریعے کرنے میں آزاد ہوں۔ اس خود مختاری کا تذکرہ کئی قرآنی آیات میں ملتا ہے۔"[8]

ڈاکٹر صاحب مرحوم مزید رقمطراز ہیں: "عہدِ نبوی ﷺ میں آبادی کے ہر گروہ کو قومی خود مختاری مل چکی تھی، مسلمانوں کی طرح دیگر مذاہب والوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی میسر تھی۔"[9]

مذہبی آزادی اور رواداری کا یہ تصور دورِ نبوت اور عہدِ خلافتِ راشدہ کے ساتھ خاص نہ تھے بلکہ بعد کے اسلامی ادوار میں بھی اس کی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ معروف مستشرق پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W.ARNOLD) نے اپنی کتاب The Preaching of Islam, London. 1961 میں نہ صرف اس کا اعتراف کیا ہے بلکہ بہت سے شبہات و اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔

دینی تعلیمات اور نبوی اسوہ سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں سے پُر امن بقائے باہم کی اساس پر مکالمہ کرنا اور اس کے لئے ساز گار ماحول فراہم کرنا کوئی معیوب عمل نہیں ہے۔ اسلام کی اساس میں سلامتی کا تصور پایا جاتا ہے جبکہ ایمان امن سے ماخوذ ہے، جو اس حقیقت کو آشکارا کرتا ہے کہ اسلام و ایمان امن و سلامتی کا درس دیتا ہے اور پوری دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کا خواہاں ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی نظر میں ایک بے گناہ شخص کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے برابر ہے، جس کی تصریح خود قرآن کریم میں آئی ہے، چنانچہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: "جس نے کسی کو جان کا بدلہ لینے اور زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔"[10]

اس الٰہی حکم نے انسانی جان کو مکمل تحفظ فراہم کیا ہے اور اس میں رنگ و نسل اور مذہب و عقیدے کی کوئی تفریق روا نہیں رکھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ عالمگیر قانون ہے جو پوری دنیا میں امن و امان اور اتفاق و اتحاد کو قائم کرنے کے لئے آیا ہے۔ موجودہ پر آشوب اور پر فتن دور میں اگر اسلامی اصولوں سے استفادہ کرتے ہوئے امن و امان کے قیام کی جانب پیش رفت کی جائے تو بہت جلد دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

مذہبی رواداری کا قرآنی تصور:

کلام اللہ ہم آہنگی، رواداری، تحمل و برداشت اور الفت و مودت کا درس دیتا ہے۔ اور دیگر ادیان کے ماننے والوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے کی تلقین کرتا ہے بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار نہ ہوں اور نہ ہی ان کے خلاف سازشوں میں مصروفِ عمل ہوں۔ اس ضمن میں قرآن کریم نے حسبِ ذیل ضابطہ اور قانون عطا کیا ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[11]

"اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے منع نہیں کرتا کہ جو لوگ آپ سے جنگ نہیں کرتے اور نہ ہی آپ کو گھروں سے نکالتے ہیں، کہ آپ ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کا معاملہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

اربابِ تفسیر کے مطابق مذکورہ آیت میں ایمان والوں کو کہا گیا ہے کہ وہ کافروں کے دو فریقوں (دشمن اور غیر دشمن) میں فرق کو مدِ نظر رکھیں، اور جو غیر مسلم مسلمانوں کے خلاف کسی سازش اور جنگی منصوبہ بندی میں شریک نہ ہوں ان کے ساتھ احسان اور نیکی کا معاملہ کریں۔ مکالمہ بین المذاہب کے حوالے سے قرآنی ضابطہ حسبِ ذیل آیت میں بیان ہوا ہے:

{وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ}[12] "اگر غیر مسلم صلح کی جانب مائل ہوں تو آپ بھی صلح کیجئے، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھئے۔"

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دیگر امتوں پر گواہ قرار دیا ہے۔13

جس کے بارے میں مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس آیت میں اس امت کے امام ہونے کا بیان ہے، کیونکہ امتِ مسلمہ راہِ حق کی اتباع کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو کر امتِ وسط کے مرتبے پر فائز ہوئی ہے۔[14]

مفسرین کے مطابق "امّتِ وسط کا لفظ اپنے اندر اس قدر وسیع مفہوم اور معنویت رکھتا ہے کہ کسی اور لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ و اشرف گروہ ہے، جو انصاف اور اعتدال پر قائم ہو جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا ہو، اور ناحق اور ناروا تعلق کسی سے نہ ہو، چنانچہ اس آیتِ مبارکہ میں جہاں امّت محمدیہ ﷺ کی فضیلت و سرفرازی کا تذکرہ ہے، وہیں اس پر ذمّے داری کا بہت بڑا بار بھی ہے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس طرح رسولِ اکرم ﷺ امّت کے لیے خدا ترسی، راست روی، اور حق پرستی کی زندہ شہادت بنے، اسی طرح اس امّت کو بھی تمام دنیا

کے لیے زندہ شہادت بننا ہے، اپنا قائدانہ کردار ادا کرنا ہے، حتیٰ کہ اس کے قول و عمل، سیرت و کردار اور حسنِ سلوک کو دیکھ کر دنیا جان لے کہ خدا ترسی اسی کا نام ہے۔ راست روی یہ ہے، عدل اسے کہتے ہیں، حق پرستی ایسی ہوتی ہے اور اسلام دنیا بھر کے انسانوں کو کچھ بتانے اور پیغام دینے آیا ہے۔"[15]

بین المذاہب مکالمے کی قرآنی بنیاد:

کلام اللہ میں بہت سی جگہوں پر اہلِ کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کا تذکرہ ہے، جن میں بیشتر مقامات پر انہیں راہِ حق کی تلقین کی گئی ہے۔ مختلف مذاہب کے مابین مکالمہ کے بارے میں سورہ آل عمران کی آیت نمبر چونسٹھ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے جس کا

"اے پیامبر کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے، اور نہ کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں گے اور نہ اس کے سوا کسی کو اپنا رب بنائیں گے۔"

تمام اربابِ سیر اور اہلِ تفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورہ آل عمران کی مذکورہ آیت اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، البتہ اس میں مختلف اقوال ہیں کہ اہلِ کتاب کے کس طبقے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ امام فخر الرازی[16]، امام ابن جریر طبری[17]، علامہ آلوسی[18]، علامہ جلال الدین سیوطی[19]، علامہ شوکانی[20]، قاضی ثناء اللہ پانی پتی[21]، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی[22]، مفتی محمد شفیع[23]، سیّد مودودی[24]، وغیرہ کی رائے کے مطابق یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی۔ البتہ کم و بیش ہر تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال منقول ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں الہامی تعلیمات کے پیرو اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ دونوں کو خطاب ہے۔ جب کہ علامہ شوکانی نے مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ کے سببِ نزول کے متعلق مفسرین کی مختلف آراء ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

" قرآنی الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے اور اس کو ان کے کسی ایک گروہ کے ساتھ مختص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ آیت کریمہ میں عام دعوت ہے، کسی مخصوص زمانے یا مخصوص گروہ کی تخصیص نہیں ہے۔"25

نامور عرب محقق اور مذہبی اسکالر ڈاکٹر وھبہ الزحیلی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وهذه الآية هي جوهر رسائل النبیﷺ وكتبه إلى ملوك و أمراء العالم من أهل الكتاب وغيرهم"26

بعد ازاں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے مکتوب گرامی بنام ہرقل کا ذکر کیا ہے، جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت متذکرہ کو تحریر کروایا تھا۔[27]

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں: قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ بین المذاہب مکالمے، پُرامن بقائے باہم، اسلامی رواداری، دعوتِ دین کے حوالے سے عقیدہ و مذہب کی آزادی کے اصول کی طرف راہ نمائی کرتی ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم برادری اور ان کے مذاہب سے تعلقات کا قیام کس حد تک ممکن ہے؟ اس کے کیا ضوابط ہیں؟ نیز یہ کہ یہ آیت ایک ضابطے اور ایک اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔[28]

اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد نصاریٰ نجران سے تحریری معاہدہ طے پایا، جس میں رسول اکرم ﷺ نے نجران کی عیسائی کمیونٹی کو دینی، مذہبی، معاشی، معاشرتی اور وہ تمدنی حقوق عطا فرمائے، جو انہیں اپنی حکومت میں بھی حاصل نہ تھے۔ "معاہدہ نجران" بلاشبہ مذہبی رواداری کی پوری انسانی تاریخ کا مثالی اور تاریخ ساز منشور ہے۔

بین المذاہب مکالمے کے حوالے سے آیتِ مبارکہ کی عظمت و اہمیت:

قرآن کریم کی پُرامن بقائے باہم اور مذہبی رواداری پر مبنی اس مثالی تعلیم کی عظمت و اہمیت کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس امر سے واقف ہوں کہ اس عہد میں مذہبی رواداری کا کیا تصور تھا، اور اسلام نے بالخصوص قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ نے بین المذاہب رواداری اور یگانگت کے فروغ میں کیا کردار ادا کیا۔ مشہور مغربی مصنف ایچ جی ویلس (H.G. WELLS) لکھتا ہے:"اب دنیا میں انسانوں کا کوئی ایسا طبقہ باقی نہیں رہا تھا، جو زمانہ قدیم کے شرفاء کی طرح جرأت اظہار اور آزاد خیالی کا حامی ہوتا اور قدماء کی تحریروں کی طرح تلاش و تحقیق یا جرات مندانہ اظہارِ خیال کا حامی ہوتا۔ ایران اور بازنطینیہ دونوں مملکتیں ایک نئے انداز کی مذہبی حکومتیں تھیں، جس میں آزادانہ اظہارِ خیال پر بھی کڑے پہرے بٹھا دیئے گئے تھے۔[29]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:"آغازِ اسلام کے وقت مذہبی تعصب (عدم رواداری) اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر مذہب اپنے سوا باقی تمام مذاہب کو جھوٹا اور نجات کے لیے قطعاً ناموافق سمجھتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنے مذہب کے اندر کسی اجنبی کو آنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مذہب کو نسل اور پیدائش سے محدود کر دینے کی خود غرضی اور ہٹ دھرمی یہودیوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں بھی۔ بلکہ انجیل متی کی روایت پر اعتماد کیا جائے تو خود عیسیٰ علیہ السلام فرما چکے تھے کہ میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آیا ہوں۔ مجھے باقی دنیا سے تعلق نہیں اور اپنے حواریوں یعنی فرستادوں اور مذہبی مبلغوں کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ چار دانگ عالم میں تو جائیں لیکن وہ تبلیغ عیسائیت صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں کریں۔[30] اس پر مستزاد تصور یہ تھا کہ عمل کو کوئی اہمیت نہیں۔ ہمارے ہم مذہبوں میں داخل رہنا ہی اتنا بڑا عمل ہے کہ وہ نجاتِ ابدی کے لیے کافی ہے۔[31]

سن 7ھ میں وصال سے صرف تین سال پہلے آنحضرت ﷺ نے قسطنطنیہ، مصر اور حبش کے عیسائی حکمرانوں کے نام جو تبلیغی خطوط لکھے، اس میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت لکھی گئی تھی:

"{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ}"32

"آپ کہہ دیجئے! اے آسمانی کتاب کے ماننے والو! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم خدا کو چھوڑ کر اپنے ہی میں سے کسی کو رب نہ بنالیں۔ اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو اس پر سر تسلیم خم کر چکے۔"

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مندرجہ بالا آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"رواداری اور وسعتِ قلبی کی اس عجیب تعلیم میں یہ اصول ملتا ہے کہ اہلِ کتاب بلکہ اپنے اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کریں، یعنی اللہ اور رسول ﷺ کو ماننا، مرنے کے بعد حساب کتاب کا یقین کرنا اور زندگی بھر عمل صالح کرنا، یہ اجر ملنے اور خوف سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک طرح سے ایک بنیادی مذہب مرتب کرنا تھا اور اسی بنیادی مذہب کو {إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ}33 "بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برقراری" اور {وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ}34 "اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین، سو اس سے ہر گز قبول نہ ہو گا" کہا گیا۔[35]

قرآن کریم نے جو واضح اصول اور قوانین عطا کئے ہیں اگر انہیں مد نظر رکھا جائے تو صحت مند مکالمہ بین المذاہب پروان چڑھ سکتا ہے اور پر امن بقائے باہمی کی صورتیں وجود میں آ سکتی ہیں، آج دنیا کو سب سے زیادہ ضرورت امن باہمی اور صلح و آشتی کی ہے، مختلف ممالک میں جنگوں کی جو صورتحال موجود ہے اور نسلِ انسانی جن خطرات سے دوچار ہے اس کے خاتمے کا واحد راستہ مکالمہ بین المذاہب ہی ہے، اور یہی وہ بنیاد ہے جس پر امن کی عمارت قائم ہو سکتی ہے اور انسانیت سکھ کا سانس لے سکتی ہے، دیگر مذاہب کی

تعلیمات کے مقابلے میں قرآن کریم نے نہایت واضح انداز میں جامع اصول اور قوانین دیئے ہیں انہی اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر امن و سلامتی کا قیام ممکن ہے، اور دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

عصرِ حاضر میں دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں لڑائیاں جھگڑے اور انتشار و اختلاف کی فضا بن چکی ہے، مختلف ادیان اور ثقافتوں والے ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں، مقدسات کی توہین مختلف صورتوں میں پائی جاتی ہے، بالخصوص کچھ عرصے سے بعض بدبخت لوگ قرآن کریم اور آقائے نامدار سرور کونین ﷺ کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں اس صورتحال میں کشیدگی کم کرنے اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان نفرتیں اور جنگیں کم کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے بین المذاہب مکالمے اور ہم آہنگی کے جو اصول دیئے ہیں ان پر عمل کیا جائے، ایک دوسرے کی عزت و احترام اور مقدساتِ مذاہب کی تکریم کی جائے، اور گالم گلوچ اور بدزبانی سے اجتناب کیا جائے۔

خلاصہ بحث:

قرآن کریم نے انسانیت کو امن و سلامتی اور الفت و محبت کا درس دیا ہے اور ایک ایسے معاشرے کے قیام کے اصول عنایت فرمائے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر امن و سکون اور ترقی و خوشحالی کے خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتے ہیں۔ قرآنی اصول نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لئے امن و سلامتی کا ضامن ہیں، مختلف مذاہب والوں کو پرامن بقائے باہمی کے ساتھ رہنے کے لئے مکالمہ اور بات چیت ضروری ہے، اس مکالمہ کے لئے ایک دوسرے کی عزت و احترام ضروری ہے بالخصوص مقدسات کا احترام ملحوظ رکھنا لازمی ہے کیونکہ جب تک مقدسات کی توہین کا سلسلہ جاری رہے گا اس وقت تک امن و سلامتی کا قیام ممکن نہیں، اس لئے قرآن کریم نے معبودانِ باطلہ کے بارے میں برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح مشترکات کی طرف دعوت دے کر مختلف مذاہب والوں کو قریب

لایا جاسکتا ہے اور منافرت کی فضا ختم کی جاسکتی ہے۔ حاصل یہ کہ قرآنی تعلیمات اور اصول پر عمل درآمد کر کے ہی مکالمہ بین المذاہب کو مثبت رخ اور درست سمت دیا جاسکتا ہے، اور دنیا میں امن و سلامتی کی راہیں ہموار کی جاسکتی ہیں۔

تجاویز و سفارشات:

1۔ مکالمہ بین المذاہب عصرِ حاضر کی بنیادی ضرورت ہے جس کے نتیجے میں مختلف مذاہب والے آپس میں قریب ہو سکتے ہیں لہٰذا مثبت مکالمہ پروان چڑھانے کے لئے عملی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔

2۔ مکالمہ بین المذاہب اور بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے قرآن کریم اور سیرتِ طیبہ میں واضح راہنمائی موجود ہے، جس کی مناسب تعبیر و تشریح کی ضرورت ہے۔

3۔ یونیورسٹیوں میں بین المذاہب مکالمے کے اصول و ضوابط کے حوالے سے ایم فل، پی ایچ ڈی سطح پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس حوالے سے تین بنیادی میادین کو پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے: قرآنی اصول و ضوابط، سیرت طیبہ اور مسلم سلاطین کے ادوار۔

4۔ مختلف مذاہب کے مقدسات کی توہین سے بچا جائے اور ایسے قوانین نافذ کئے جائیں جن کی رو سے توہینِ الٰہی، توہینِ انبیاء کرام اور توہینِ صحائف سماویہ کا ارتکاب کرنے والوں کو قرار واقعی سزئیں دلوائی جائیں تاکہ اس جرم کا سدِباب ہو سکے اور مثبت مکالمہ پروان چڑھ سکے۔

حوالہ جات

[1] الکھف(18):29

[2] سورۃ الکافرون(109)(6)

[3] البقرۃ(2):256

[4] البقرۃ(2):213

[5] الأنعام(6):108

[6] الشمس(91):8

[7] البقرۃ(2):256

[8] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ص162

[9] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ص162

[10] المائدۃ:32

[11] الممتحنة: 8

[12] الأنفال(8):61

[13] البقرۃ(2):143

[14] دیکھیے آیت کے ذیل میں: ابن جریر طبری، تفسیر الطبری، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1421، اور امام فخر الرازی، التفسیر الکبیر، تہران، مکتب العلوم الاسلامی، محمد بن احمد الانصاری، القرطبی، الجامع الاحکام القرآن، بیروت، دارالمعرفہ، علامہ آلوسی، روح المعانی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1415ھ، محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر، مصطفی البابی الحلبی 1349ھ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، التفسیر المظہری، کوئٹہ، مکتبہ حبیبیہ، محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، مودودی، سید ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم ﷺ، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1978ء، 2/459

[15] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم ﷺ، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1978ء، 2/460

[16] امام فخر الرازی، التفسیر الکبیر، تہران، مکتب العلوم الاسلامی، 7/90

[17] ابن جریر الطبری، تفسیر الطبری، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1421ھ، 3/352

[18] آلوسی، شہاب الدین، روح المعانی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1415ھ، 2/186

[19] جلال الدین السیوطی، تفسیر الدر المنشور، بیروت، دار الفکر، 2/235

[20] محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر، مصطفی البابی الحلبی، 1349ھ، 1/317

[21] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، التفسیر المظہری، کوئٹہ، مکتبہ حبیبیہ، 2/63

[22] ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، التفسیر المنیر فی العقیدہ والشرع والمنہج، بیروت، دار المعرفہ، 2/276

[23] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، 2/87

[24] سید مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، 1983، 2/262

[25] محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر، 1/317

[26] وھبہ الزحیلی، التفیسر المنیر، 2/286

[27] وھبہ الزحیلی، التفیسر المنیر، 2/286

[28] وہبہ الزحیلی، التفسیر المنیر، 2/276

[29] H.G. WELLS, A SHORT HISTORY OF THE WORLD LONDON, 1924- P-140

[30] انجیل متی، 10/6، 15/24

[31] محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، کراچی، دار الاشاعت، 1988ء، ص228

[32] آل عمران (3):64

[33] آل عمران (3):19

[34] آل عمران (3):85

[35] محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص228

English References:

1. Al-Quran
2. Al-Jami Li ahkam el Quran, Muhammad bin Ahmad Qurtubi, Beirut, Dar ul Marifah.
3. Al Dur ul Mansoor, Imam Jalal ud din suyouti, Beirut, Dar ul fikar.
4. Al-Tafsir al Munir, Dr. Wahba alZuhaili, Beirut, Dar ul Maarifah.
5. Fath ul Qadeer, Muhammad bin Ali Shoukani, Egypt, Mustafa albabi alhalabni, 1349AH.
6. Maarif ul Quran, Mufti Muhammad Shafi, Karachi, Idaratul Maarif.
7. Rasool e Akram ﷺ ki siyasi zindagi, Dr. Muhammad Hameedullah, Karachi, Dar ul Ishaat.
8. Rooh ul Maani, Allama Aloosi, Beirut, Dar ul Kutub al Ilmiyah, 1415AH.
9. Seerat e Sarwar e Aalam, Sayed Abul Aala Mododi, Lahore, Idara Tarjuman ul Quran, 1978.
10. Tafsir e Tabri, Muhammad bin Jareer Tabri, Beirut, Dar e Ihya al Turath al Aravi, 1421AH.
11. Tafsir e Kabir, Imam Fakhruddin Razi, Iran, Maktab ul Uloom ul Islami.
12. Tafsir e Mazhari, Qazi Sanaullah Pani Patti, Quetta, Maktaba Habibiyah.